شمارہ نمبر ۳ یکم اپریل ۲۰۱۸

10 روزہ اصلاح المسلمین

رجب

اللہ أکبر

- معیشت وتجارت اور اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- مال خرچ کرنے میں بے احتیاطیاں
- دین سیکھنے کی فضیلت
- دعا کرنا بھی خیر خواہی ہے۔
- نصیحت کا نرالا انداز
- ہم مال کے مالک نہیں بلکہ امین ہیں

فری PDF رسالہ کے لئے وٹس ایپ کریں

+923018286712

+923322552943

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک گذارش

۱۰روزہ اصلاح المسلمین کی پی ڈی ایف فائل اپنے کم ازکم بیس احباب کو بذریعہ وٹس ایپ، فیس بک، میسینجر، گوگل ڈرائیو۔ افادہ عام اور صدقہ جاریہ کی نیت سے ضرور شیئر کریں۔

دس روزہ اصلاح المسلمین کی پی ڈی ایف فائل کو حاصل کرنے کے لیے:

جامعہ اسلامیہ فاروقیہ نارتھ کراچی کے فیس بک پیج کا لنک:

Www.facebook.com/JifSec9

ایڈیٹر دس روزہ اصلاح المسلمین کے فیس بک کا لنک:

Facebook.com/This.Is.H.Qureshi

معروف پبلشنگ ویب سائیٹ ایشوو کا لنک:

Https://issuu.com/hameedqurashi

معروف پبلشنگ ویب سائیٹ کا لنک:

Https://archive.org/details/@hameed_qureshi390

القرآن

پڑوسی کو نہ ستاؤ

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۶﴾

اور اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نیز رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے (یا ساتھ کھڑے) ہوئے شخص اور راہ گیر کے ساتھ اور اپنے غلام باندیوں کے ساتھ بھی (اچھا برتاؤ رکھو)۔ بیشک اللہ کسی اِترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔ (سورہ النسا: 36)

تشریح: پڑوسی چاہے رشتہ دار ہو یا اجنبی، مسلمان ہو یا غیر مسلم، اس کا گھر بالکل ملا ہوا ہو یا ایک دو گھر چھوڑ کر ہو ان سب کے ساتھ اچھے برتاؤ کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ ''ساتھ بیٹھے ہوئے پڑوسی'' سے مراد سفر کے دوران ساتھ بیٹھا یا کھڑا ہو، یا کسی مجلس یا کسی لائن (صف) میں لگے ہوئے آپ کے قریب ہو۔ وہ بھی ایک طرح کا پڑوسی ہے۔ اس سے بھی آگے ہر راہ گیر اور مسافر کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن: 197 / 198)

الحدیث

تنگ دست کو مہلت دو!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عرش کے سائے میں رکھے گا جبکہ اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ترمذی، کتاب البیوع، ۳ / ۵۲، الحدیث: ۱۳۱۰)

عرضِ مدیر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

میرے لئے کرسی درست کرتے ہوئے کہنے لگے کہ: ''مولوی صاحب! بہت جگہ گیا۔ سب نے کہا کہ دوکان بھاری ہے۔'' میں نے عرض کیا کن کے پاس گئے؟ کہنے لگے کہ: ''یہی پڑھائی (وظائف) بتانے والوں کے پاس۔'' میں نے عرض کیا کہ دوکان بھاری ہے سے کیا مراد ہے؟ کہنے لگے کہ: ''بندش ہے یا جادو ٹونہ ٹوٹکہ وغیرہ۔'' یہ مکالمہ مسجد کی مارکیٹ کے ایک دوکاندار سے ہوا۔

میں نے لمبی سانس لی۔ اور پھر عرض کیا کہ یہ تو نئی مارکیٹ ہے۔ بھاری تو تب ہوتی جب پرانی دوکان سالوں سے بند پڑی رہتی۔ اور تم پر کون جادو ٹونہ کرے گا؟ ہزاروں روپے لگتے ہیں۔ پھر صاحب دوکان کو ان کا ماضی یاد دلایا کہ یاد کرو! تمہارے پاس کچھ نہیں تھا۔ اللہ نے یہ دوکان دلائی، پھر اس دوکان کو لاکھوں کے سامان سے بھروایا۔ اب کرایہ بھی نکل رہا، بجلی کا بل بھی نکل رہا۔ یہ کیسا جادو ہے؟ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ پھر انہیں یاد دلایا کہ یہ سب آپ کی بدعملی ہے۔ پہلے آپ اللہ کے گھر پانچوں نمازوں میں آتے تھے، تعلیم بالغان کلاسز مسجد میں اٹینڈ کرتے تھے۔ اب جب اللہ نے مسجد کا پڑوسی بنا دیا، تمہارے مال کو مسجد کے معاملات چلانے کے لئے مقرر فرما دیا تو تم نے اللہ ہی کو چھوڑ دیا؟؟ کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ برابر والے دروازے سے اندر آؤ، بڑی مختصر نماز پڑھاتا ہوں۔ بس فرائض و واجبات مسجد میں ادا کرو۔ دوکان قریباً قبلہ رخ ہے۔ سنن یہیں ادا کرو۔ اور جو مل رہا، جتنا مل رہا اس پر صبر و شکر کرو۔ اللہ شکر کرنے والوں پر نعمتیں بڑھاتا ہے اور صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس دور پر فتن میں بدامنی و بے چینی کا پورے عالم پر تسلط ہے اور انسان اپنی بدعملیوں کے باعث انتہائی کرب و پریشانی کی گرفت میں آچکا ہے۔ اس مصیبت کی بڑی اور حقیقی وجہ خوف خدا عزوجل کا فقدان اور اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روگردانی ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد دو ایسی چیزیں ہیں جن کا خیال رکھنا انسان کیلئے بہر حال ضروری ہے اور ان میں سے کسی ایک سے بھی غفلت برتنا دین و دنیا کے نقصان کا موجب ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل حقوق اللہ اور حقوق العباد ان دونوں ہی سے غفلت برتی جا رہی ہے۔ جس کا بھیانک نتیجہ سب کے سامنے ہے کہ امن و چین عنقا ہے اور بدامنی و بے چینی عام ہے۔ غفلت سے بیدار ہو جائیں، بقول آپ کے ''سوئی ہوئی قسمت'' بھی جاگ جائے گی۔ ان شاء اللہ

مولوی حمید الرحمٰن قریشی چیف ایڈیٹر ۱۰ روزہ اصلاح المسلمین

اسوہ حسنہ: صاحبزادہ رسول ﷺ کی پیدائش، حالتِ نزع اور وفات، تین اسباق

نمبر 1: مؤمن اولاد کی پیدائش پر خوشی کا اظہار کیسے کرے؟

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد مبارکہ میں سب سے آخری فرزند ہیں۔ یہ ذوالحجہ ۸ھ میں مدینہ منورہ کے قریب مقام عالیہ کے اندر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد فوراً ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا ابا ابراہیم (اے ابراہیم کے باپ) کہہ کر پکارا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے اور ان کے عقیقہ میں دو مینڈھے آپ نے ذبح فرمائے اور ان کے سر کے بال کے وزن کے برابر چاندی خیرات فرمائی اور ان کے بالوں کو دفن کرا دیا اور ابراہیم نام رکھا، پھر ان کو دودھ پلانے کے لیے حضرت ام سیف رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد فرمایا۔ ان کے شوہر حضرت ابوسیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوہاری کا پیشہ کرتے تھے۔

نمبر 2: مؤمن کا مقصود خالق حقیقی کی رضاء کا حصول ہے:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت زیادہ محبت تھی اور کبھی کبھی آپ ان کو دیکھنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوسیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر گئے تو یہ وہ وقت تھا کہ حضرت ابراہیم جان کنی کے عالم میں تھے۔ یہ منظر دیکھ کر رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس وقت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا آپ بھی روتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عوف کے بیٹے! یہ میرا رونا ایک شفقت کا رونا ہے۔ اس کے بعد پھر دوبارہ جب چشمان مبارک سے آنسو بہے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ کلمات جاری ہو گئے کہ

اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ

آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمزدہ ہے مگر ہم وہی بات زبان سے نکالتے ہیں جس سے ہمارا رب خوش ہو جائے اور بلاشبہ اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے بہت زیادہ غمگین ہیں۔

نمبر 3: مؤمن ہر حال میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے:

جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا اتفاق سے اسی دن سورج میں گرہن لگا۔ عربوں کے دلوں میں زمانہ جاہلیت کا یہ عقیدہ جما ہوا تھا کہ کسی بڑے آدمی کی موت سے چاند اور سورج میں گرہن لگتا ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے یہ خیال کیا کہ غالباً یہ سورج گرہن حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس موقع پر ایک خطبہ دیا جس میں جاہلیت کے اس عقیدہ کا رد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰهِ لَا یَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَیَاتِهٖ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهَا فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا حَتّٰی یَنْجَلِیَ (بخاری جلد ۱ ص ۱۴۵ باب الدعاء فی الکسوف)

یقیناً چاند اور سورج اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا جینے سے ان دونوں میں گرہن نہیں لگتا جب تم لوگ گرہن دیکھو تو دعائیں مانگو اور نماز کسوف پڑھو یہاں تک کہ گرہن ختم ہو جائے۔

حیات الصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

مستقل سلسلہ

حضرت ضرار بن ضَمرہ کنانی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے فرمایا کہ میرے سامنے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اَوصاف بیان کیجیے۔ تو حضرت ضرار نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ مجھے معاف رکھیں۔ اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں معاف نہیں دوں گا ضرور بیان کرنے ہوں گے۔ تو حضرت ضرار نے کہا کہ اگر اُن کے اَوصاف کو بیان کرنا ضروری ہی ہے تو سنیے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُونچے مقصد والے (یا بڑی عزت والے) اور بڑے طاقت ور تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے اور عدل و اِنصاف والا فیصلہ کرتے تھے۔ آپ کے ہر پہلو سے علم پھوٹتا تھا (یعنی آپ کے اَقوال و اَفعال اور حرکات وسکنات سے لوگوں کو علمی فائدہ ہوتا تھا) اور ہر طرف سے دانائی ظاہر ہوتی تھی۔ دنیا اور دنیا کی رونق سے اُن کو وحشت تھی۔ رات اور رات کے اندھیرے سے اُن کا دل بڑا مانوس تھا (یعنی رات کی عبادت میں اُن کا دل بہت لگتا تھا)۔

اللہ کی قسم! وہ بہت زیادہ رونے والے اور بہت زیادہ فکرمند رہنے والے تھے۔ اپنی ہتھیلیوں کو الٹتے پلٹتے اور اپنے نفس کو خطاب فرماتے۔ (سادہ) اور مختصر لباس اور موٹا جھوٹا کھانا پسند تھا۔ اللہ کی قسم! وہ ہمارے ساتھ ایک عام آدمی کی طرح رہتے۔ جب ہم اُن کے پاس جاتے تو ہمیں اپنے قریب بٹھالیتے اور جب ہم اُن سے کچھ پوچھتے تو ضرور جواب دیتے۔ اگرچہ وہ ہم سے بہت گھل مل کر رہتے تھے لیکن اس کے باوجود اُن کی ہیبت کی وجہ سے ہم اُن سے بات نہیں کرسکتے تھے۔ جب آپ تبسم فرماتے تو آپ کے دانت پروئے ہوئے موتیوں کی طرح نظر آتے۔ دین داروں کی قدر کرتے، مسکینوں سے محبت رکھتے۔ کوئی طاقت ور اپنے غلط دعویٰ میں کامیابی کی آپ سے توقع نہ رکھ سکتا، اور کوئی کمزور آپ کے اِنصاف سے نااُمید نہ ہوتا۔ اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اُن کو ایک دفعہ ایسے وقت میں کھڑے ہوئے دیکھا کہ جب رات کی تاریکی چھاچکی تھی اور ستارے ڈوب چکے تھے اور آپ اپنی محراب میں اپنی ڈاڑھی پکڑے ہوئے جھکے ہوئے تھے، اور اس آدمی کی طرح تلملا رہے تھے جسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو، اور غمگین آدمی کی طرح رو رہے تھے۔ اور اُن کی صدا گویا اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے کہ بار بار یَا رَبَّنَا! یَا رَبَّنَا! فرماتے اور اللہ کے سامنے گڑگڑاتے۔

پھر دنیا کو مخاطب ہو کر فرماتے کہ اے دنیا! تو مجھے دھوکہ دینا چاہتی ہے، میری طرف جھانک رہی ہے۔ مجھ سے دور ہو جا، مجھ سے دور ہو جا کسی اور کو جا کر دھوکہ دے۔ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں، کیوں کہ تیری عمر بہت تھوڑی ہے اور تیری مجلس بہت گھٹیا ہے۔ تیری وجہ سے آدمی آسانی سے خطرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے (یا تیرا درجہ بہت معمولی ہے)۔ ہائے ہائے! (کیا کروں) زادِ سفر تھوڑا ہے اور سفر لمبا ہے اور راستہ وحشت ناک ہے۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو آنکھوں سے بہنے لگے، اُن کو روک نہ سکے اور اپنی آستین سے اُن کو پونچھنے لگے۔ اور لوگ ہچکیاں لے کر اتنے رونے لگے کہ گلے رُندھ گئے۔ اس پر حضرت معاویہ نے فرمایا: بے شک ابوالحسن (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایسے ہی تھے۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔ اے ضرار! تمہیں اُن کی وفات کا کیسا رنج ہے؟ حضرت ضرار نے کہا: اس عورت جیسا غم ہے جس کا اِکلوتا بیٹا اس کی گود میں ذبح کردیا گیا ہو کہ نہ اس کے آنسو تھمتے ہیں اور نہ اس کا غم کم ہوتا ہے۔ پھر حضرت ضرار اٹھے اور چلے گئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور آخرت کے مشتاق ہیں؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبریں دکھا کر کہا کہ ان کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو؟۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اپنے زمانہ کے لوگوں کو مخاطب ہوتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ روزے رکھتے ہو، اور زیادہ نمازیں پڑھتے ہو، اور زیادہ محنت کرتے ہو حالاں کہ وہ تم سے زیادہ بہتر تھے۔ لوگوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمن! (یہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے) وہ ہم سے کیوں بہتر ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: اس لیے کہ وہ تم سے زیادہ دنیا سے بے رغبت اور آخرت کے تم سے زیادہ مشتاق تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی کسی کے طریقے کو اختیار کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ اُن لوگوں کا طریقہ اختیار کرے جو دنیا سے جا چکے ہیں۔ اور یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جو کہ اس اُمت میں سب سے بہترین اور سب سے زیادہ نیک دل اور سب سے زیادہ گہرے علم والے

اور سب سے کم تکلّف برتنے والے تھے ۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لیے اور اپنے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لیے چن لیا ہے ۔لہٰذا ان جیسے اخلاق اور ان جیسی زندگی گزارنے کے طریقے اپناؤ ۔ رب کعبہ کی قسم ! نبی کریم ﷺ کے یہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہدایت ِ مستقیم پر تھے ۔

مال و دولت نعمت بھی زحمت بھی

ہم مال کے مالک نہیں بلکہ امین ہیں

بعض لوگ آمدنی میں تو احتیاط کرتے ہیں (یعنی سود رشوت وغیرہ سے بچتے ہیں) مگر خرچ میں اس کی رعایت نہیں کرتے ،بس یوں سمجھتے ہیں کہ ہمارا مال ہے جس طرح چاہیں خرچ کریں ۔

انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہمارا مال ہے جہاں ہم چاہیں اڑائیں مگر یہ اس کی غلطی ہے ،انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ حق تعالیٰ کا ہے جس میں وہ صرف امین ہے کہ جہاں خدا تعالیٰ کی اجازت ہو وہیں خرچ کرنے کا اختیار ہے ،اور جہاں ممانعت ہے وہاں اس کو ہرگز خرچ کرنے کا اختیار نہیں ۔

(یہ سوچو کہ) جب تم خود ہی اپنے نہیں بلکہ خدا کے ہو تو پھر تمہارا مال کدھر سے تمہارا ہوا ،تم تو محض امین ہو اور مال تمارے ہاتھ میں امانت ہے ،اور امانت میں خیانت کرنا جرم ہے ،لہٰذا مال میں تم کو حق تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کسی تصرف کی اجازت نہیں ۔

(الغرض) یہ مال تمہارا کہاں ہے سب خدا ہی کی ملک ہے ،تم تو محض خزانچی ہو تمہارے ہاتھ میں تحویل ہے تم ایسے ہو جیسے غلام ہوتا ہے ، مالک صرف اللہ ہے ، چنانچہ ارشاد ہے : وَاللّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ : ۲۸) ۔کہ اللہ ہی کے لیے آسمان اور زمین کے خزانے ہیں ۔ہمیں یہ اجازت نہیں کہ اس کو جیسے چاہیں خرچ کریں ، خدا کا مال ہے ، اس کے متعلق قیامت میں سوال ہو گا کہ تم نے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا ۔

بعض جگہ خرچ کرنا گناہ بھی ہوتا ہے جیسے ناچ گانے میں پس جب بچوں کو آتشبازی کے لیے پیسے دینا بھی شرعاً حرام ہے تو تم دینے والے کون ہو ، ہرگز مت دو ، اور ضد کرنے پر مارو ۔

تفاخر (یعنی دکھلاوے) کی رسموں میں خرچ کرنا بھی گناہ ہے ۔بہت سے لوگ ناچ گانے میں مال خرچ کرنے کو برا سمجھتے ہیں لیکن فخر کی رسموں میں خرچ کرنے سے ان کو بھی دریغ نہیں جن سے مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ نام ہو اور افسوس یہ ہے کہ بعض دیندار مقتدا بھی ان رسموں میں روپیہ خرچ کرنے کو برا نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ اس میں حرج کیا ہے ، کھلانا اور پلانا اور برادری کو جمع کرکے دعوت دینا کیوں ناجائز ہو گیا ؟ میں کہتا ہوں جناب ذرا اس کی غرض تو دیکھئے ، لوگوں کی نیت پر تو نظر کیجئے کہ اس دعوت اور دھوم دھام میں نیت کیا ہوتی ہے ؟ صرف تفاخر اور ریا (دکھلاوے) ہی کی ہوتی ہے کہ ہمارا نام ہو ، لوگ کہیں کہ بڑے حوصلہ کا آدمی ہے تو بتلائیے کہ (اس نیت سے) یہ افعال کہاں جائز رہے ، حدیث شریف میں ہے :

نَھٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ عَلَیہِ وسلَّم عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِ یَیْنَ اَنْ یُّؤْ کَلَ

(یعنی رسول اللہ علیہ وسلم نے ایسے دو شخصوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے جو باہم فخر کے لیے کھانا کھلاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ممانعت کی علت فخر اور ریا کے سوا کچھ نہیں) ۔ (وعظ اسباب الغفلۃ ،ملحقہ دین و دنیا ص : ۴۸۲)

مال خرچ کرنے میں بے احتیاطیاں

مال خرچ کرنے میں بے احتیاطی دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو یہ کہ کھلم کھلا معصیت (گناہ کے کاموں) میں مال خرچ کیا جائے ، دوسری صورت یہ ہے کہ کھلی معصیت میں تو مال خرچ نہیں کیا مگر خرچ حد سے زیادہ کیا شہوتوں میں منہمک ہو گئے تنعم و تفاخر ، عیش پرستی اور فخر میں اڑانا شروع کر دیا ۔

خوب سمجھ لیجئے کہ تنعم و تفاخر کا انجام ذلت ہے کیونکہ مال کی کوئی حد تو ہے نہیں کہ کتنا ہی خرچ کرو اور وہ کم نہ ہو ، انجام یہ ہوتا ہے کہ مکان تک بکنے کی نوبت آجاتی ہے ۔

میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ مسجد میں پانی بھرتے تھے اور لوگ ان کو نواب کہہ کر پکارتے تھے میں نے کہا کہ یہ نواب کیسے ہیں معلوم ہوا کہ واقعی نواب تھے

اپنے آپ کو تباہ کر کے اس حالت پر آگئے ، میں نے کہا شاباش یہ انجام ہے مسلمانوں کا ،سیکڑوں مالدار فضول خرچیوں کی بدولت تباہ ہو رہے ہیں ۔ جائدادیں ہندوؤں کے قبضہ میں جارہی ہیں ۔ (التبلیغ ۱۵/ ۹۷، احکام المال)

بخل کے مقابلہ میں فضول خرچی زیادہ بری اور تباہ کن ہے ۔

بخل اور اسراف دو چیزیں ہیں بخل سے پریشانی نہیں ہوتی ، اور فضول خرچی سے پریشانی ہوتی ہے، جس کا انجام پریشانی ہو، وہ اس سے بری ہے جس سے پریشانی نہ ہو۔

آثار کے اعتبار سے اسراف زیادہ برا ہے بخل کا نتیجہ صرف دوسرے کو نفع نہ پہنچانا ہے اور اسراف کا نتیجہ دوسروں کو نقصان پہنچانا ہے کیونکہ جب اپنے پاس نہیں تو دوسروں کا مال ان کو دھوکہ دے کر قرض وغیرہ لے کر اڑاتا ہے، پھر ادا بھی نہیں کرتا، ہم نے مسرفین (فضول خرچی کرنے والوں) کو مرتد ہوتے ہوئے دیکھا ہے مگر بخیلوں کو نہیں ۔

ایسے واقعات کثرت سے موجود ہیں کہ اسراف کا نتیجہ کفر ہوگیا، اور وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ اسراف کرنے والوں کو اپنی ضرورتوں میں مجبوری ہوتی ہے اور مال ہوتا نہیں، اس لیے دین فروشی بھی کرلیتا ہے ۔ اور بخیل کو یہ مجبوری نہیں ہوتی اس کے ہاتھ میں ہر وقت پیسہ موجود ہے، گو وہ خرچ نہ کرے، اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے کہ بخیل آدمی زیادہ حریص نہیں ہوتا اس پر ممکن ہے کہ کوئی صاحب شبہ کریں کہ حریص (لالچی) تو ہوتا ہے اور میں بھی مانتا ہوں کہ ہوتا ہے مگر ایسا حریص نہیں ہوتا کہ اپنے دین کو بھی کردے اور اسراف کرنے والے سے اندیشہ ہے کہ کہیں دین نہ کھو بیٹھے ۔ (الافاضات الیومیہ ۲/ ۱۵۳)

ہر مسلمان کے لئے دین سیکھنے کی فضیلت

مولانا محمد منظور نعمانی

بھائیو! اتنی بات تو آپ سب جانتے ہوں گے کہ اسلام کسی قوم اور ذات برادری کا نام نہیں ہے کہ اس میں پیدا ہونے والا ہر آدمی آپ سے آپ مسلمان ہو اور مسلمان بننے کے لئے اس کو کچھ نہ کرنا پڑے ۔ جس طرح شیخ یا سید خاندان میں پیدا ہونے والا ہر بچہ خود بخود شیخ یا سید ہو جاتا ہے اور اس کو شیخ یا سید بننے کے لئے کچھ کرنا نہیں پڑتا ۔

بلکہ اسلام نام ہے اس دین کا اور اس طریقے پر زندگی گزارنے کا جو اللہ کے سچے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے تھے اور جو قرآن شریف میں اور رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں میں بتلایا گیا ہے ۔ پس کوئی اس دین کو اختیار کرے، اور اس طریقے پر چلے وہی اصلی مسلمان ہے اور جو لوگ نہ اس دین کو جانتے ہیں اور نہ اس پر چلتے ہیں وہ اصلی مسلمان نہیں ہیں ۔

پس معلوم ہوا کہ اصلی مسلمان بننے کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہے ۔

ایک یہ کہ ہم دین اسلام کو جانیں اور کم از کم اس کی ضرورت اور بنیادی باتوں کا ہمیں علم ہو ۔ دوسرے یہ کہ ہم ان کو مانیں اور ان کے مطابق چلنے کا فیصلہ کریں ۔ اسی کا نام اسلام ہے اور مسلمان ہونے کا یہی مطلب ہے ۔ پس اسلام کا علم حاصل کرنا، یعنی دین کی ضروری باتوں کا جاننا مسلمان ہونے کی سب سے پہلی شرط ہے ۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے ۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (ابن ماجہ و بیہقی)

یعنی علم دین حاصل کرنے کی کوشش اور طلب ہر مسلمان پر فرض ہے ۔

اور یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ دین میں جو چیز فرض ہے اس کا کرنا عبادت ہے ۔ اس لئے دین سیکھنا اور دینی باتیں جاننے کی کوشش کرنا بھی عبادت ہے اور اللہ کے یہاں اس کا بہت بڑا ثواب ہے ۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی بڑی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں ۔ ایک حدیث میں ہے کہ: جو شخص دین سیکھنے کے لئے اپنے گھر سے نکلے وہ جب تک اپنے گھر واپس نہ آئے وہ اللہ کے راستے میں ہی ۔ (ترمذی)

مسلم کی حدیث میں ہے کہ: جو شخص دین کی طلب اور دینی باتیں سیکھنے کے لئے کسی راستے پر چلے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کردے گا ۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: علم دین کی طلب اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا پچھلے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (یعنی اس سے آدمی کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں)۔ (ترمذی)

الغرض دین کا سیکھنا اور اسلام کی ضروری باتوں کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ چاہے وہ امیر ہو یا غریب، جوان ہو یا بوڑھا، پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ، مرد ہو یا عورت اور اوپر کی حدیثوں سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کام میں وقت لگتا ہے اور اس کے لئے جو محنت کرنی پڑتی ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا بڑا اجر و ثواب ملنے والا ہے۔ اس لئے ہم سب کو طے کر لینا چاہے کہ ہم دین سیکھنے کی اور اسلام کی ضروری باتوں کا علم حاصل کرنے کی ضرور کوشش کریں گے۔

جو مسلمان بھائی عمر زیادہ ہوجانے کی وجہ سے یا کام کاج کی مشغولیت کی وجہ سے کسی اسلامی مدرسہ میں داخل ہو کر اور باقاعدہ اس کا طالب علم بن کر دین کا علم حاصل نہیں کرسکتے، ان کے لئے دین سیکھنے اور دین کی ضروری باتیں معلوم کرنے کا آسان راستہ یہ ہے کہ اگر وہ پڑھے لکھے ہیں تو دین کی معتبر کتابیں دیکھا کریں اور جو پڑھے لکھے نہیں ہیں یا بہت کم پڑھے ہیں وہ اچھے پڑھے لکھوں سے ایسی کتابیں پڑھوا کر سنا کریں۔ اگر گھروں میں بیٹھکوں میں، مجمعوں میں مسجدوں میں ایسی کتابیں پڑھنے اور سننے کا رواج ہوجائے تو ہر طبقے کے مسلمان میں دین کا علم عام ہوسکتا ہے۔

معیشت و تجارت اور اسوۂ رسول اکرم ﷺ

مطیع الرحمن کشمیری

رسول خدا محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا والوں کے لیے مشعل ہدایت اور خضر راہ بن کر تشریف لائے، دینی و دنیاوی نقطۂ نگاہ سے پیغمبر خدا کی زندگی کے تمام پہلو مکمل، بلکہ اکمل ہیں۔ نہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض پیغام رساں تھے کہ تبلیغ پر اکتفا کرتے، نہ صرف عابد شب زندہ دار تھے کہ جنگل یا کسی پہاڑ کے کھوہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے رہتے، نہ صرف دنیادار تھے کہ زندگی کے طمطراق اور جاہ و جلال کا مظاہرہ کرتے رہتے، بلکہ آپ کو ہر مکتبۂ خیال کو عملی تعلیم دینی تھی، تاکہ شاہ و گدا، امیر و غریب، ادنیٰ و اعلیٰ ہر حیثیت کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض اندوز ہوسکیں اپنی زندگی کے نشیب و فراز میں آپ علیہ السلام کو آئیڈیل اور نمونہ بنا سکیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسوۂ رسول سے جہاں پر دعوت و تبلیغ کا انداز و اسلوب ملتا ہے، وہاں پر جہاد و قتال کا عملی نمونہ بھی ملتا ہے۔ جہاں پر عبادت ریاضت کا اعلیٰ معیار ملتا ہے، وہاں پر معیشت و تجارت کے اسلوب کا بیان بھی ملتا ہے۔ چناں چہ اسی معیشت و تجارت کو لے کر جب ہم اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طالب سیرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ آقا سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل معاشِ زندگی کے لیے جس پیشہ کو اختیار کیا تھا وہ مبارک پیشہ تجارت کا ہی تھا، یہ وہ پیشہ ہے جو آقا علیہ السلام کو وراثت میں ملا تھا اور اسی پیشہ تجارت کو اختیار کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت کا اظہار ہوا جس کے بعد دشمن بھی آپ کو صادق و امین کہنے لگا اور اسی تجارت کو عملی جامہ پہناتے ہوئے کئی اسفار فرمائے، ان اسفار میں حسن معاملہ، ایفائے عہد اور دیانت و صداقت کے بے شمار عملی نمونے چھوڑے، جن کو اگر مکمل تحریر کیا جائے تو ایک بڑی کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

بطور مثال کے ایک واقعہ تحریر کرتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن ابی الحسماء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ بعثتِ رسول سے قبل آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید و فروخت کا ایک معاملہ ہوا تھا، کچھ معاملہ ہوا، کچھ باقی تھا کہ میں نے کہا کہ میں پھر آؤں گا، پھر تین دن تک مجھے یہ وعدہ یاد نہ آیا، تیسرے دن جب میں وعدہ کی جگہ پر پہنچا تو پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں پر منتظر پایا اور میری اس وعدہ خلافی کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر بل بھی نہیں آیا۔

یہ تو ایک مثال عرض کی ہے، ورنہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک حیات اس جیسے واقعات سے بھری پڑی ہے، جہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت میں حسنِ معاملہ، دیانت و صداقت کی بنیاد رکھی، وہیں امت مسلمہ پر احسان کرتے ہوئے ایسے اصول و ضوابط، قانون و احکام بیان فرمائے جن کی پاسداری میں کامیابی کے راز مضمر ہیں، ان اصولوں پر عمل ہو تو ہم یقیناً دھوکے، فریب اور جھوٹ کی تجارت سے چھٹکارا حاصل کرسکتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معیشت و تجارت کے لیے ایک عمومی ضابطہ یہ بیان فرمایا کہ "لاضرر ولاضرار" کہ تجارت و معیشت ایسی ہو جس میں نہ خود

نقصان اٹھانا ہو نہ دوسرے کو نقصان دینا ہو، یہ ایک ایسا قانونی فارمولہ ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے اقوام عالم خاموش ہیں بلکہ عاجز و قاصر ہیں، صرف اس ایک ضابطہ پر عمل کیا جائے تو یقینا ملک سے جھوٹ، فریب، دھوکا اور دغابازی کے جنازے اٹھ جائیں گے۔

اس وقت ہر زبان پر یہ داستان ہے کہ مہنگائی عروج پر ہے، معیشت روز بہ روز کمزور ہوتی چلی جا رہی ہے، تجارت خسارے کی طرف تیزی سے سفر کر رہی ہے مگر اس کا سبب کیا ہے؟ اور اس کا حل کیا ہے؟ اس کا جواب دینے اور حل پیش کرنے سے تمام اقوام عالم کے مذاہب قاصر ہیں، تمام صحافی، اسکالرز، دانش ور، نام نہاد مدبر، سائنس دان، سیاست دان عاجز ہیں، جس کو یہ حل بتاتے ہیں وہ در حقیقت ان محرکات و نقصانات کا سبب ہے اس کی مثال ایسی ہے:

جو چیز مرض میں اضافہ کردے اسی چیز کو دوا قرار دیا جائے

مریض کو جس چیز سے پرہیز کرنا ہے اسی کو اس کا علاج بتایا جائے ظاہر ہے اس سے مرض کم نہیں ہوگا بلکہ بڑھے گا۔ یہی صورت ان تجزیہ نگاروں کی ہے، وہ ان فسادات کے لیے جس چیز کو حل بتاتے ہیں وہ در حقیقت ان کو اور بڑھانے والی ہیں۔ اس کا صحیح حل صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے قانون و ضوابط میں ہے۔

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصول و ضوابط کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تنزلی کے دور میں بھی اگر تین اصولوں کو اپنا لیا جائے تو ہماری معیشت مضبوط اور تجارت نفع مند بن سکتی ہے، بڑھتی ہوئی مہنگائی اور اسباب معیشت کے فقدان پر کنٹرول ہو سکتا ہے، ان تین اصولوں کو مختصراً ذکر کیے دیتا ہوں۔

پہلا اصول

سود کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے، اپنے معاملات کو سود سے بالکل پاک صاف رکھا جائے، اس سے بڑھتی ہوئے مہنگائی کو لگام پڑ جائے گی، امیر کا امیر تر ہونا اور غریب کا غریب تر ہونا ختم ہو جائے گا۔

دوسرا اصول

بیع قبل القبضہ سے گریز کیا جائے، یعنی قبضہ کرنے سے پہلے آگے فروخت نہ کیا جائے، اس سے مجموعی طور پر اشیا کی قیمتوں میں کمی واقع ہوگی۔

تیسرا اصول

احتکار و اکتناز (ذخیرہ اندوزی) سے اجتناب کیا جائے۔ ان تین اصولوں پر عمل کیا جائے تو ہماری تجارت نفع بخش اور معیشت مضبوط ہو جائے گی۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

خیر خواہی کرنا مسلمان کا حق ہے۔

مفتی محمد جمال الدین قاسمی

دعا کرنا بھی خیر خواہی ہے۔

غائب مسلمان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا بھی اس کے ساتھ خیر خواہی کرنا ہے، غائبانہ دعا کرنے والوں کی تعریف قرآن پاک میں بھی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحشر: 10)

”نیز (یہ مال) ان لوگوں کا (حق ہے) جو ان سب کے بعد آئے ہیں، جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! بخش دے ہمیں بھی اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کسی قسم کا کوئی کھوٹ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بلاشبہ تو بڑا ہی شفیق، انتہائی مہربان ہے۔“

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مؤمنین اور مؤمنات کے لیے استغفار کا حکم دیا ہے:

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ (محمد: 19)

ترجمہ: ”اور معافی مانگو اپنے گناہ کے لیے اور ایمان دار مردوں اور عورتوں کے لیے بھی“۔

اور حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی:

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾۔ (نوح: 28)

”اے میرے رب! بخشش فرمادے تو میری بھی، میرے ماں باپ کی بھی اور ہر اس شخص کی بھی جو داخل ہو میرے گھر میں، ایمان کی حالت میں، اور سب ہی ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں کو“۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی ہے:

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ﴾ (إبراهيم: 41)

”اے ہمارے رب! بخشش فرمادے میری بھی اور میرے والدین کی بھی، اور سب ایمان والوں کی بھی، اس دن جب کہ حساب قائم ہوگا“۔

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

ما من عبد مسلم يدعو لأخيه بظهر الغيب إلا قال الملك: ولك بمثل (مسلم، حديث نمبر: 2732، باب فضل الدعاء)

”جو مسلمان اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تمہارے لیے بھی اسی طرح ہو“۔

اور حضرت صفوان کہتے ہیں کہ میں اپنے خسر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے کے لیے گیا، وہ گھر پر تشریف فرما نہ تھے، البتہ ہماری خوش دامن حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا موجود تھیں، انہوں نے پوچھا کہ امسال آپ کا حج کا ارادہ ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے لیے خیر کی دعا کرنا، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ ایک مسلمان کی اپنے بھائی کے لیے غائبانہ دعا قبول ہوتی ہے، دعا کرنے والے کے قریب ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے، جب بھی وہ اپنے بھائی کے لیے خیر کی دعا کرتا ہے تو موجود فرشتہ اس پر آمین کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ تمہارے لیے بھی اسی جیسا ہو۔ (حوالہ سابقہ، حدیث نمبر: 2733)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرنے کی بڑی فضیلت ہے، اس سے اپنے بھائی کے بارے میں اس شخص کا غیر معمولی خلوص ومحبت اور خیر خواہی کا بہترین جذبہ ظاہر ہوتا ہے، اسی حکم میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ اگر کوئی شخص کسی متعین مسلمان کے لیے تو دعا نہیں کرتا لیکن جماعت مسلمین کے لیے دعا کرتا ہے، حدیث مذکور میں یہ بھی خوش خبری کہ اس سے دعا قبول ہوگی۔ (دلیل الفالحین: 299/7) کیوں کہ دعا کرنے والا اللہ کی رضا وخوش نودی والا کام کر رہا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ خوش ہو کر اس کی دعا قبول کرلیتا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

أسرع الدعاء إجابة دعاء غائب لغائب (الأدب المفرد، حديث نمبر: 623، باب دعاء الأخ بظهر الغيب)

”تمام دعاؤں سے جلد قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو غائب شخص کے لیے ہو“۔

اس لیے اسلاف کا طریقہ رہا ہے کہ جب وہ اپنے لیے دعا کرنا چاہتے تھے تو ان دعاؤں میں اپنے بھائیوں کو بھی شامل کرتے تھے؛ تاکہ ان کی برکت سے خود ان کی دعا قبول ہو سکے اور انہیں بھی اس کے بقدر حاصل ہو جائے اور ایک حدیث میں تو صراحۃً مذکور ہے کہ کسی بھائی کے لیے اگر غائبانہ دعا کی جائے تو وہ رد نہیں کی جاتی ہے۔ (مسند أحمد، حدیث نمبر: 3577، أول حديث عمران بن حصين) گویا وہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ستر بھائیوں کے لیے سجدہ کی حالت میں نام لے کر دعا کرتا ہوں (إحیاء علوم الدین: 2/186، کتاب آداب الألف) یہ خیر خواہی کا اعلیٰ درجہ ہے، پوری جماعت مسلمین کے لیے دعا کرنے میں وہ خصوصی حضرات بھی شامل ہو جایے، لیکن ناموں کی اتنی لمبی فہرست سجدہ کی حالت میں لیتے اور ہر ایک کے لیے جداگانہ دعا فرمایا کرتے تھے، یہی حضرات تھے جو حدیث پر عمل کر کے دکھا گئے، وہ گویا اس کے لیے پیدا کیے گئے تھے، غائبانہ دعا کرنے کی جو فضیلت ہے اس پر انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود عمل کیا؛ بلکہ بعد میں آنے والوں کے لیے اسوہ اور نمونہ بھی چھوڑ کر گئے کہ کس طرح غائبانہ دعا کی جائے اور اس میں کیا نیت کی جائے، غائبانہ دعا کرنے میں خود دعا کرنے والے کا فائدہ ہے، اس سے جہاں خلوص و محبت کا اظہار ہوتا ہے، وہیں اس کی دعا خود اپنے حق میں بھی قبولیت کے لائق بن جاتی ہے اور فرشتوں کی آمین کی مستحق بن جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس فضیلت کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین۔

اپنے گھر کو جنت بنانا آپ کی ذمے داری ہے۔

قسط نمبر 2

الشیخ مظہر الحموی، لبنان

*...اپنے حُسن معاملہ کا بدلہ فوراً نہ چاہیں، کیوں کہ بہت سارے شوہر اپنے احساسات اور جذبات کو ظاہر نہیں کرتے یا ظاہر کر ہی نہیں پاتے۔

*...شوہر کے احوال میں دلچسپی کے ساتھ مشغول رہیے، لیکن تکلف اور مصنوعی پن سے گریز کیجیے۔

*...جب وہ سفر سے واپس آئے تو محبت سے بھرپور بشاشت اور دلی گرم جوشی کا مظاہرہ کیجیے۔

*...ہمیشہ اس کا دھیان رکھیے کہ شوہر، خدا (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ قرب اور تعلق کا اہم وسیلہ ہے۔

*...ہمیشہ اس کی کوشش کیجیے کہ ظاہری وضع قطع میں، گفتار میں اور شوہر کے استقبال میں جدّت اور تازگی برقرار رہے۔

*...جب وہ آپ سے کچھ طلب کرے تو اس موقع پر سُستی اور بوجھل انداز اختیار کرنے کی بہ جائے چستی اور دلچسپی کا مظاہرہ کیجیے۔

*...گھر کی صفائی ستھرائی اور سجاوٹ کا خاص خیال کرتے ہوئے شوہر کو اپنے انداز سے اپنے اس جذبے کا احساس کرائیے کہ یہ سب کچھ وہ اسے خوش کرنے کے لیے کر رہی ہے۔

*...گھر کے کام کاج اور رکھ رکھاؤ میں نظم و نسق اور پابندی وقت کا خاص خیال رکھیے۔

*...عورتوں سے متعلق بعض گھریلو مہارت کے کام ضرور سیکھیں۔

*...جب آپ کا شوہر گھر میں کوئی کھانے پینے کا سامان یا دیگر کوئی چیز لائے تو شکریہ ادا کیجیے اور تعریف و ستائش سے اس کا استقبال کیجیے۔

*...گھر کے خوب صورتی اور ترتیب و انتظام کی خوب کوشش کیجیے، اگر چہ آپ کا شوہر آپ سے خوب صورتی اور سادگی کو جمع کرنے کا مطالبہ نہ کرتا ہو، مگر آپ خود اس امر کا لحاظ رکھیے۔

*...اسراف اور بے جا خرچ سے بچتے ہوئے قناعت کا دامن تھامے رہیے، تاکہ آمدنی اور اخراجات کا توازن برقرار رہے۔

*...اپنے اور اولاد سے متعلق ضروری معاملات میں ہمیشہ اپنے آپ کو شوہر کی رائے اور اس کے مشوروں کا حاجت مند سمجھیں۔ لیکن چھوٹے چھوٹے غیر ضروری مسائل کو اس کے سامنے پیش کرنے سے بھی گریز کیجیے۔

*...ہمیشہ دھیان رکھیے کہ آپ عورت ہیں، لہٰذا اپنی نسوانیت کی پاس داری بھی کرتی رہیے اور مناسب وقت میں بہتر طور پر خود کو بھی اپنی نسوانیت کا احساس دلاتی رہیے۔

*...جب شوہر کسی سفر سے طویل مدت کے بعد لوٹے تو اس کی غیر موجودگی میں پیش آنے والی مشکلات اور مشقتوں کو شکوے اور ناراضگی کے انداز میں پیش نہ کیجیے۔

*...اپنے بچوں کو بھی ان کی عمر کے لحاظ سے اپنے والد کے گھر لوٹنے کے وقت استقبال کرنے کے آداب سکھائیے۔

*...شوہر کے گھر لوٹتے ہی یا سو کر اٹھنے کے وقت یا کھانا کھاتے ہوئے بچوں کی شکایتیں اس کے سامنے پیش نہ کیجیے۔اس طرح کرنے سے شوہر اور بچوں دونوں پر مضر اثرات مرتب ہوں گے،بلکہ یہ شکایات دوسرے مناسب موقع پر کیجیے۔

*...بچوں کی سرزنش کرتے ہوئے یا انہیں تنبیہ کے طور پر سزا دیتے ہوئے شوہر کے ساتھ دخل اندازی نہ کیجیے۔

*...اپنے شوہر اور بچوں کے درمیان بہترین خوش گوار تعلقات استوار کرنے کی کوشش کیجیے،خواہ آپ کے شوہر کتنے ہی مصروف ہوں،مگر یہ کوشش ایسی حکمت عملی کے ساتھ ہونی چاہیے کہ ان کے کاموں میں خلل واقع نہ ہو۔

*...جب گھر سے شوہر اپنے کام سے دور گیا ہو تو انہیں اس کا احساس دلائیے کہ آپ ان کی غیر موجودگی میں بچوں کی ذمے داری کا بوجھ اٹھائیں گی اور شوہر کی مشاورت کے ساتھ سارے کام انجام دیں گی۔

نصیحت کا نرالا انداز

خدیجہ جمشید گوجرانوالہ

شیخ جلال الدین کا شمار عراق کے معروف علماء میں ہوتا تھا۔سلاست بیان،حسن اخلاق اور موعظہ حسنہ کی بنا پر عوام وخواص میں بہت مقبول تھے۔ایک مرتبہ شیخ بیمار پڑ گئے اور بغرض علاج آپ کو بغداد کے القادسیہ ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ہسپتال میں آپ کی دیکھ بھال پر جس خاتون ڈاکٹر کو مامور کیا گیا وہ شیخ کے علم،تقویٰ اور حسن اخلاق کی بنا پر ان کی بہت زیادہ تکریم کرتی تھیں اور ان کی خدمت کو اپنے لیے باعث شرف و افتخار سمجھتی تھیں۔شیخ کے مشاہدہ میں یہ بات آئی کہ اس خاتون ڈاکٹر نے اکثر و بیشتر مغربی لباس زیب تن کیا ہوتا تھا جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ستر پوشی کے تقاضوں پر پوری نہیں اترتا تھا۔خصوصاً شارٹ سکرٹ کی وجہ سے ٹانگیں برہنہ رہتی تھیں۔شیخ چاہتے تھے کہ اس خاتون کو اس لباس سے منع کریں لیکن کسی مناسب وقت اور مناسب انداز میں۔

ایک دن وہ خاتون بازار جا رہی تھیں،انہوں نے شیخ سے پوچھا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتلائیے تاکہ میں آپ کے لیے لیتی آؤں۔شیخ نے فرمایا:بیٹا!بکری کی ایک سالم ران لیتی آنا لیکن ایک شرط ہے کہ کسی تھیلی یا شاپنگ بیگ میں ڈال کر نہیں بلکہ سر عام ہاتھ میں تھام کر۔ڈاکٹر صاحبہ کہنے لگیں:حضرت!میں بکری کی سالم ران تو لے آؤں گی لیکن جس طرح آپ فرما رہے ہیں اس طرح تو میرے لیے ممکن نہیں۔شیخ نے پوچھا بیٹا کیوں ممکن نہیں؟کہنے لگیں بغیر کسی تھیلی کے خالی ران کو تھامے دیکھ کر لوگ میرا مذاق اڑائیں گے اور یہ میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔شیخ نے موقع غنیمت جانا اور فرمانے لگے:بیٹا مسلمان خاتون کی ران بکری کی ران سے کہیں زیادہ چھپائے جانے کے لائق ہے۔اتنے شفیق اور پر اثر انداز میں کی گئی نصیحت سن کر ڈاکٹر صاحبہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔انہوں نے شیخ کو گواہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور مستقبل میں کبھی بھی غیر شرعی اور مغربی لباس نہ پہننے کا عہد کیا۔سچ ہے کہ نصیحت اگر مناسب وقت پر مناسب انداز میں کی جائے تو ضرور اثر دکھاتی ہے۔شیخ جلال الدین کی وفات 2006ء میں بغداد میں ہوئی۔اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر بے پایاں رحمتیں نازل فرمائیں۔

منتخب جوامع الکلم

قسم کھانے سے منافع زیادہ مل سکتا ہے مگر برکت گھٹ جاتی ہے۔

دو مسلمانوں کی صلح کرا دینا صدقہ ہے۔

اعمال میں سب سے اچھا عمل حسن خلق ہے۔

جس نے کسی شئی میں ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔

سخی اللہ کے زیادہ قریب ہے،جنت کے قریب ہے،لوگوں کے قریب ہے اور دوزخ کی آگ سے دور ہے۔

جب لوگ ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور منع نہ کریں تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب پر بہت ہی جلد اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔